

امن کے ساتھ کھڑا ہونا انتہائی مشکل کام ہے!

مقصود نے گالف کھیلتے ہوئے سفید بال کوزور سے ہٹ لگائی۔ بال انتہائی تیزی کے ساتھ غلط سمت میں جا کر جھاڑیوں میں چل گئی۔ مقصود پروفیسر ٹائپ انسان ہے۔ ٹائپ نہیں، بلکہ ریٹائرڈ اسٹاد ہے۔ امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں بین الاقوامی تعلقات پڑھانے میں ساری زندگی گزار دی۔ دو ماہ کیلئے سردویں میں پاکستان آ جاتا ہے۔ ویسے کیوں آتا ہے، اسکا جواب اسے بھی نہیں معلوم۔ میں اور مقصود بھی کبھی لاہور کے ایک گالف کورس میں گالف کھیلتے ہیں۔ متضاد سمت میں بال جانے کے بعد مقصود خاموشی سے چلنے شروع ہو گیا۔ گالف کی فلاٹ میں چار لوگ تھے، دو پرانے اور جہاندیدہ فوجی افسر، میں اور مقصود۔ اسکے بعد میری باری تھی۔ میں نے بال کو ہٹ کیا تو وہ قدرے توازن سے گرین کے نزدیک پہنچ گئی۔ فاتحانہ انداز میں مقصود کو دیکھا تو انتہائی خاموش اور سنجیدہ نظر آیا۔ ایسے لگا کہ کسی گھری سوچ میں ہے۔ ویسے لوگوں کو اندازہ نہیں، گالف انتہائی مشکل کیم ہے۔ یہ توجہ نہیں بلکہ بھرپور توجہ مانگتی ہے۔ انسان تھوڑا سا بھی ادھر ادھر سوچنے لگے تو درست طرز پر کھیل نہیں سکتا۔ مجھے لگا کہ مقصود آج کسی اور ذہنی سوچ میں بتلا ہے۔ اندازے کی وجہ اسکی غلط شاٹ تھی۔ عرض کرتا چلوں کہ مقصود انتہائی زیریک اور بہترین کھلاڑی ہے۔ مگر آج کیا ہوا۔ اس وقت پوچھنا مناسب نہ سمجھا، کھیل کے بعد کافی پیتے ہوئے، مقصود سے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے۔ عرض کرتا چلوں کہ مقصود امریکہ کی بہترین یونیورسٹی یعنی ہارورڈ کا فارغ التحصیل ہے اور اپنی مرضی سے پوری زندگی درس و تدریس کیلئے وقف کر دی۔ میری نظر میں وہ ایک اچھا انسان ہے۔

مقصود نے ایک دم کہا۔ کہ ڈاکٹر، کیا واقعی پاکستان موجودہ کشیدہ بین الاقوامی صورتحال کے اندر امن کے ساتھ کھڑا ہوا ہے؟ کیا دنیا کا کوئی بھی ملک پاکستان کے اس بیانیہ سے متفق ہوگا؟ کیا ہمارے ملک نے کبھی بھی دنیا میں امن قائم کرنے کیلئے کوئی ثابت کردار ادا کیا ہے۔ میں خاموشی سے سنتارہا مقصود بات کرتا رہا۔ بین الاقوامی تعلقات پڑھاتا رہا ہوں۔ امریکہ یا یورپ میں کبھی کسی بھی کافانفرس میں گیا اور اپنے آبائی وطن کا ذکر کیا تو لوگ چونکے ہو جاتے ہیں۔ اکثر اوقات تو انکارو یہ ہرگز ثبت نہیں ہوتا۔ کئی لوگ نفسِ مضمون بدل کر موسم پر تبصرہ شروع کر دیتے ہیں۔ اسکی وجہ صرف ایک ہے کہ پاکستان کا دنیا میں تاثر حدد رجہ متفقی سا ہے۔ کوئی بھی اسے امن کا پیام نہیں سمجھتا۔ بلکہ اب تو کوئی بھی ہمارے بیانیے کو سنجیدگی سے نہیں لیتا۔ میرا سوال تھا کہ موجودہ حکومت نے طویل عرصے کے بعد انتہائی درست فیصلہ کیا ہے کہ امریکہ اور ایران کے مابین کشیدگی میں وہ ”امن کے ساتھ“ کھڑے ہیں۔ یہ بیانیہ تو حد رجہ ثبت ہے۔ پاکستان نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ہم ان متحارب ممالک کے درمیان سفارت کاری سے بہتر تنائج برآمد کرو سکتے ہیں۔ مقصود ایک دم خاموش ہو گیا۔ پھر آہستہ سے کہا کہ کیا کوئی بھی فریق اتنا سادہ ہے کہ ہماری باقاعدہ پر یقین کریگا۔ کیا سب کو معلوم نہیں کہ ہم عملی طور پر سعودی عرب کی ایک طفیلی ریاست ہیں۔ کیا سعودی عرب ہمیں اب حکم نہیں دیتا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ بلکہ سعودی عرب تو فرمان جاری کرتا ہے کہ ہم وہاں جائیں اور وہاں نہ جائیں۔ یو۔ اے۔ ای بھی ہمیں اپنے گھرے کی محفلی سمجھتا ہے۔ عرب ممالک میں پاکستانیوں کے متعلق ”مسکین“ کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ایران میں بھی مجموعی طور پر ہمارا ثابت تاثر نہیں ہے۔ میرا جواب تھا کہ درست ہم نے ماضی

میں فاش غلطیاں کی ہیں۔ مگر انہیں درست بھی تو کیا جاسکتا ہے۔ مقصود نے کہا کہ ممکن نہیں۔ ہاں اگر سوئزر لینڈ جیسی بصیرت والی قیادت ہو تو ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں وہ ان چند ممالک میں سے ہے جو واقعی عملی طور پر غیر جاندار ہیں۔ مگر مکمل غیر جاندار ہونے میں انہیں حد درجہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہ دو چار دہائیوں میں نہیں ہوا۔ بلکہ عزت کے اس مقام پر پہنچنے کیلئے انہیں تین سے چار صد یاں لگی ہیں۔ میرے لیے صد یوں کی بات بہت عجیب سی تھی۔ ایسے لگا کہ ارگر دس بزرگ ہاس سے تمام سوئے ہوئے جگنو باہر نکل کرتا یاں بجارتے ہے۔ اور کہہ رہے تھے، غیر جاندار، غیر جاندار، پاکستان غیر جاندار۔ سوئزر لینڈ بھی غیر جاندار۔ دونوں ملک نیوزل۔ پھر جگنوؤں نے قہقہے لگانے شروع کر دیے۔ میں اس خاموش شور سے اٹھا اور گھروال پس آ گیا۔

اگلے دن سوئزر لینڈ کی تاریخ پڑھی تو حیران رہ گیا۔ کہ خدا یا ایسے بھی ملک ہوتے ہیں جنکے قائدین 1515 میں بھی اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ انکا ملک کسی قسم کی جنگ سے دوچار نہ ہو۔ دراصل 1515 میں سوس کنڈر لیشن کو مارگ نانو (Marig Nano) میں شکست ہوئی۔ یہ جنگ ستمبر میں ہوئی تھی۔ اسکے ٹھیک دس ماہ بعد سویں حکومت نے فرانس کے ساتھ امن کا معائدہ کر لیا۔ یہ 1516 کی بات ہے۔ یعنی آج سے پانچ سو سال پہلے ان لوگوں کو معلوم تھا کہ امن کے فوائد کیا ہیں اور لوگوں کیلئے پر امن ماحول کتنا ضروری ہے۔ کیا آپ اس امر سے حیران نہیں ہو نگے کہ اس وقت برصغیر میں کیا ہو رہا تھا۔ ہمارے آباؤ اجداد کس عہد سے گزر رہے تھے۔ یہ دور، دہلی سلطنت کا تھا، جو 1206 سے لیکر 1526 پر محيط تھا۔ جس میں مملوک، خلجی، تغلق، سید اور بودھی خاندان حکومت کرتے رہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جب یورپ میں ملک امن کے متعلق سوچ رہے تھے تو برصغیر میں امن نام کی کوئی فاختہ نہیں تھی۔ باہمی اڑائیاں، جنگیں اور خلفشار پورے برصغیر کا وظیرہ تھا۔ اسی افراتفری میں 1526 میں اپنے علاقے میں با بر جیسے ناکام حکمران نے وسط ایشیا سے آکر اس پورے خطے کو فتح کر لیا اور مغل دور شروع ہو گیا۔ ایک تکلیف دہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے مسلمانوں سے حکومت چھینی۔ یعنی آج سے پانچ چھ سو سال پہلے بھی مسلمان ایک دوسرے کی گردان کاٹ رہے تھے۔ بدمقتو سے آج بھی بالکل وہی حال ہے۔ مگر دنیا خصوصی یورپ کا خطہ فکری اور عملی طور پر بدل رہا تھا۔ 1648 میں سوئزر لینڈ میں Peace of Westphalia جیسے معاہدے ہو رہے تھے جن میں جو ہری طور پر خطے کو جنگ سے دور کھنے کے اقدامات تھے۔ 1798 میں فرانس نے سوئزر لینڈ پر قبضہ کر لیا۔ یہ ایک انتہائی بد قسمت وقت تھا۔ مگر 1798 میں ایک علاقائی آئین بنایا گیا جس میں فرانس نے تعلیم کیا کہ وہ بحیثیت ملک، سوئزر لینڈ کی غیر جانداری کی حفاظت کریگا۔ پہلی جنگ عظیم کا وقت سوئزر لینڈ کی فکری اساس پر کافی بھارتی تھا۔ اس میں غیر جاندار رہنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ ملک متحارب فریقین کے درمیان جغرافیائی طور پر پھنسا ہوا تھا۔ اس میں جمن نسل کے لوگ بھی موجود تھے جو کہ جرمنی اور آسٹریا کے ذہنی طور پر بہت قریب تھے۔ اسکے مقابلہ فرانس اور اٹلی، اسکے ہمسایہ تھے اور جرمنی کے خلاف لڑ رہے تھے۔ آپ سوئزر لینڈ کی قیادت کا کمال دیکھیے کہ پہلی جنگ عظیم میں وہ غیر جاندار رہنے میں کامیاب ہو گئے۔ 1920 میں لیگ آف نیشنز (League of Nations) نے سوئزر لینڈ کو مکمل طور پر نیوزل ملک تعلیم کر لیا۔ یہ بہت بڑی بات تھی۔ یہ بلند منصب برصغیر کی قسمت میں اس وقت بھی نہیں تھا اور بدمقتو سے آج بھی نہیں۔

خیر دوسری جنگِ عظیم تک سوس سوچ بہت بالغ ہو چکی تھی۔ اس بار پھر اس امن پسند ملک نے کسی بھی فریق کے ساتھ کھڑے ہونے سے انکار کر دیا۔ جرمنی نے سوئزر لینڈ پر حملہ کرنے کی دھمکی دے ڈالی۔ مگر سوں لوگوں نے جرمنی کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ دوسری جنگِ عظیم میں سوئزر لینڈ نے اپنی فضائی حدوڑ کو امریکہ، برطانیہ اور جرمنی کے جنگی ہوائی جہازوں کیلئے بھی بند کر دیا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے لیکر آج تک یعنی 2020 تک سوئزر لینڈ کسی بھی جنگ میں فریق نہیں بنا۔ بلکہ دنیا میں امن کیلئے بھرپور کوشش کرتا رہا۔ دنیا میں کسی جگہ بھی جنگ ہوتی یہ پُرانے ملک دشمن فریقین کو اپنے خلے میں مذاکرات کی سہولت مہیا کرتا ہے۔ کسی ملک میں خانہ جنگی ہو، تب بھی یہ حکومت اور باغیوں کیلئے اپنے ملک کے دروازے کھوں دیتا ہے کہ آؤ اور بات چیت سے معاہل کرنے کی کوششیں کرو۔ یہ معاملہ محض ایک یادو دہائیوں سے نہیں، بلکہ چار پانچ سو برس کی محنت کا نتیجہ ہے۔ یہ زبانی کلامی بھی بات نہیں۔ سوئزر لینڈ نے اپنے عمل سے ثابت کیا ہے کہ وہ دنیا میں امن کا پیغام ہے۔

اسکے بالکل برعکس ہمارا ملک 1947 سے ہر طرح کے مصائب، خانہ جنگیوں اور جنگوں سے مزین تصویر ہے۔ ہم جس دن سے آزاد ہوئے ہیں، ٹھیک اسی دن سے کسی نہ کسی طریقے سے جنگ میں مصروف ہیں۔ تکلیف دہ بات یہ بھی ہے کہ ہم نے اردو گردہ ملک سے لڑائی مول لے رکھی ہے۔ کیا ہندوستان، کیا افغانستان۔ ایران سے ہمارا تعلق کبھی بھی خوشنگوار نہیں رہا۔ آپ ہمسایہ ملکوں سے لڑائیوں کو نظر انداز کر دیجئے۔ حالانکہ انہیں بھلانا ناممکن ہے۔ ہم نے 1969-70 میں اپنے ہی ملک میں خانہ جنگی کی انتہا بھی دیکھی ہے۔ جس میں ہمارا مشرقی بازو کٹ گیا۔ ملک دوٹکڑے ہو گیا۔ آج بھی ہمارے دوسروں میں یورش موجود ہے۔ وہاں بھی کم تر یا بتر سطح پر جنگ جاری ہے۔ ہم نے اپنی حفاظت کیلئے ایٹم بم بنالیا جو کہ ایک راست قدم ہے۔ مگر وہ بھی ہمیں ڈھنی تحفظ فراہم نہیں کر سکا۔ فکری اور عملی طور پر آج بھی ہم غیر محفوظ ہیں۔ ان دورنی خلف شاہ ہمیں اڑ دھابن کر چھتیج رہا ہے۔ دنیا میں ہم سعودی کمپ کے خوشہ چیزیں ہیں۔ امریکہ ہم پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں۔ موجودہ حالات میں ہمارے دوست بہت کم ہیں۔ اس مشکل صورت حال میں کیا ہم لوگ واقعی امن کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ سوال حد درجہ مشکل اور پیچیدہ ہے۔ ویسے اگر غیر جانبدار ملک دیکھنا ہے تو سوئزر لینڈ کی تاریخ پر نظر ڈالیے۔ شاکن ہمیں امن کا مطلب سمجھا آجائے۔ مگر یہاں کوئی بھی سمجھنا نہیں چاہتا۔ سوچنا نہیں چاہتا!

راو منظر حیات